ایجانب

خربوزہ گیاس

گو خر خرات کا انسداد ہی رنگ رکابی مذہب تجربی نظر اور کتب ... سے ... کے سبب کچھ نکال لیا۔ اور پرانے دقیانوسی طریق کے ... کو کامل یقین کر دیا ہے۔ پھر بھی لوگ اپنے سے لگے ہیں [illegible] تھا۔ [illegible] جو تیر ہوا اس کا [illegible] دست ... کو ہاتھ [illegible] دیتے ہیں۔ اور وہ اقربٰی کی آنکھ کا گراں بار بوجھ سر کر لینے سے علیحدہ رہتے ہیں۔ دیکھو اس خربوزہ گیاس کی دسمبر میں ہندوؤں نے دہ [illegible] دعوت دی کہ رہے نام ساتھیں کا۔ سارے فالیز کو دستر خوان کی طرح پھیلا کر اپنے [illegible] کو خربوزہ خربوزوں کی صلاح عام دیدی۔ چونکہ پھوٹی فالیز میں سوائے اسکے کہ بیچ چار گر کے بیچ چار گر سے بیچے ہوتے ہیں۔ ان بچوں کی ایک قاش کیا عجب ہے۔ کہ چار چار کے [illegible] ہو اور سب نے ملکر جیل [illegible] فالیز [illegible] ہو بقول شخصے ایک انار صد بیمار اس [illegible] میں کبھی [illegible] جیل کے [illegible] ہوا کھانے میں رہنے دو [illegible] اس [illegible] گھروں میں [illegible] ہوگی

من قاش فروش دل صد پارہ خویشم

ہم تو کہتے تھے کہ [illegible] دلی میں مسلمانوں [illegible] مگر [illegible] خربوزہ گیاس ہندوؤں [illegible] کے ہونے پر اظہار مسرت کے [illegible] ہاتھ [illegible] اب بھی امید [illegible] جائیں گے۔ [illegible] کے لئے شیخ سعدی کی فرد کہتے ہیں ~

چناں قحط سالی شد اندر دمشق کہ یاراں فراموش کردند عشق
یا محشر [illegible] دوا [illegible]

پنڈت صاحب بھی بارش کی پیشینگوئی کرنے والے عجب دل لگی از تھے۔ ان کی پیشینگوئی پر بھولے بنگالی تو بغلیں بجاتے رہے ہیں۔ لیکن بھولے پنجابی جو ہیٹ ہیٹ کے [illegible] منہ پیٹے رہتے ہیں۔ کیونکہ پنڈت صاحب کی پیشینگوئی کسی خاص حصہ ہندوستان کے لئے نہ تھی۔ عام تھی۔ بس بارش کا خیال کر کے گنوار کسان تو [illegible] مسافر [illegible] کی [illegible] میں بھی [illegible] پانی بھر چلا تھا۔ مگر اب اساڑھ [illegible] بات گئی شاید اس وقت ان کی [illegible] سنے گی [illegible] ضرور [illegible] گی۔ اگر ساون بھی خدانخواستہ خشک گیا۔ تو [illegible] کے [illegible] غالب ہوگا [illegible] اس [illegible] میں بھی [illegible] ہیٹ ہیٹ کے کوسی [illegible] ایجانب [illegible] پانچ سیر [illegible] ساون [illegible] ہونے [illegible]

بارہ [illegible] معتبر [illegible] نجومی لوگ تو کہتے ہیں کہ اس خربوزہ گیاس [illegible] سے بارش کی [illegible] شروع ہو جائے گی [illegible] کی [illegible] شروع ہوتا ہے [illegible] انجام کیا ہو [illegible] پیشینگو [illegible] رہتے ہیں [illegible] صدق [illegible] رسول [illegible] پر صدق دل سے [illegible] رہنا چاہیئے۔

ہم [illegible] سے کہتے ہیں کہ [illegible] بیچ [illegible] دعا [illegible] کہیں [illegible] دلیل پیش کی جاتی ہے کہ [illegible] پانی [illegible] آخر [illegible] نکل [illegible]
فان [illegible] ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام
[illegible] حضرت [illegible] دلی [illegible]

یاران ہم قالب

ایک عربی خط کا ترجمہ اردو میں

سلام ہو اوپر آپ کے جناب اڈیٹر صاحب اور ہو اوپر آپ کے خدا کی برکت۔ اور راضی ہو آپ سے خدا اور رسول۔ کہ حاضر ہوا ہوں میں طرف آپ کے۔ بس کہوں گا کچھ کیفیت۔ کہ گزری ہے اوپر میرے رات کو کل۔ کہ تھا وقت قریب ۱۲ بجے کا۔ پس پڑا تھا میں اوپر چارپائی اپنی کے۔ اور تھا کسیقدر سوتا کہ نہ تھی حالت بالکل خواب کی۔ پس دیکھا خواب میں میں نے کہ آیا ایک بڈھا کہ سفید تھے بال اسکے۔ اور لمبی تھی ڈاڑھی۔ اور دیکھتا تھا وہ دیکھنا مہربانوں کا۔ پس جب دیکھا میں نے اس کو تو کہا سلام ہو اوپر تیرے۔ اور برکتیں اللہ کی۔ پس رد کیا اس نے سلام اور رد کیا اچھا رد کرنا۔ پس پوچھا میں نے کدھر سے آئے شیخ۔ کہا ادھر کے ایک مقام سے۔ پس پوچھا میں نے کیسا ہے مقام وہ۔ پس کہا۔ کہ سبز ہے گھاس وہاں کی۔ اور کھلے ہیں پھول اور بولتی ہیں چڑیاں اور چرتے ہیں چرند۔ پس ہے وہاں کا ایک مالک کہ ہے وہ نہایت حسین اور پیار کرتی ہے وہ پیار کرنا نیک مردوں کا کھلاتی ہے کھانا۔ اور نہایت مہربان ہے لوگوں پر۔ پس پوچھا میں نے کیا اجازت ہے مجھ کو کہ جاؤں میں وہاں۔ پس کہا کہ چلا جا تو۔ اور مبارک جانا تیرا۔ پس قصد کیا میں نے طرف ادھر کے۔ پس پہونچا میں کچھ دیر کے بعد کہ نظر پڑا ایک باغ کہ تھا وہ نہایت شاداب اور جاری تھیں صاف نہریں اور تھی ایک بارہ دری۔ کہ تھی وہ سنگ مرمر کی۔ پس دیکھا ایک تخت کہ بیٹھی ہے اوپر اسکے ایک ماہ لقا کہ دیکھتی ہے وہ نظر نازکوں کی۔ اور موجود ہیں لوگ۔ اور ہیں سب گاتے میں گانا۔ اور گاتا ہے ان میں ایک غلام کہ نہیں ثابت ہوتا ٹھیک کہ آدمی ہے یا حور۔ پس ڈرا میں دیکھ کر یہ حالت۔ اور گھبرا ہو گیا چپکا۔ پس سنا میں نے کہ گائی غزل ایک غلام نے۔ کہ ذکر ہو چکا ہے اوپر۔ پس تھا وہ غلام حسین اور گائی اسنے غزل اردو کی۔ پس یاد ہیں چند شعر کہ لکھے جاتے ہیں نیچے۔

غزل

سہے ہیں دست ستمگر ہجر کے بیچ کونین ستو — رہے ہیں ہم پہ جو رمہربان سیتن برسوں
فراق محل جانبخش بت مثانہیں عاشق — ہری ہیں وہ نو روکو وہ صحرا سے برسوں سیلا
نہیں سہتے حسینان جہاں ہرگز نہیں پتے — کسیکا مردہ گو ناکا کرے گو روکفن بسو
ہیں وہ آشفتہ خاطر ہوں کہ جسکو ہجر جاناں ہو — نظر آسکتے ہیں دن اور رات کیا دور تک
حجاب ٹھا نہیں جاتا نقاب اٹھتا نہیں رخ کو — یہ کیا بات ہے لگا ماہ سورکو گہن برسوں
مصائب کے زمانے کے رواں جب بجز حاضر تھا — رہی ہے شمع حضرت پنج غم کی انجمن برسوں

رقیبوں کا برا ہو۔ گر گیا میں ان کی نظروں سے
رواں ذرا ہی تھا ورنہ قمر انجمن برسوں

پس جب ختم ہوئی یہ غزل تو کی تعریف لوگوں نے اور خوش ہوئی وہ حسینہ کہ تھے بال اسکے گھونگر والے۔ اور اوڑھے تھی چادر لمبی۔ پس کھینچا کسی نے مجھے اور بلایا مجھ کو اندر۔ پس حیران ہوا دیکھ کر وہاں کی حالت کہ چنے تھے طرح طرح کے کھانے۔ اور موجود تھی شراب اور گلاس اور تھا وہ گلاس شیشہ کا کہ لکھے تھے یہ اشعار اس پر۔

اشعار

نہیں شراب کا جسمیں نشہ وہ سرور نہیں — نہیں وہ کچھ بھی بتوں کی جگہ جگر پہ نہیں
ہمارے آئینہ دل میں آگیا ہے بال — سنا جو غیروں کو کہتے بری کری نہیں
غضب ہے جان یا جسکے عشق میں ہم نے — ہماری بیخبری کی اسے خبر ہی نہیں
لے آئے ساقی دلدار غم تو سیری ہو — کہ ایسے جاموں سے تو تشفی اثر نہیں

رواں جو جلسہ احباب میں نہیں حاضر
وہ لطف و شوق نہیں دیکھی کرو قدری نہیں

پس پڑھے میں نے یہ اشعار اور خوش ہوئی طبیعت۔ پس اشارہ کیا اس نے طرف میرے کہ پی لوں میں شوق سے شراب۔ پس لگایا تھا شراب کو منہ سے کہ کاٹا ایک مچھر نے زور سے اور کھل گئی آنکھ میری واہی۔ پس دیکھا میں نے کچھ اور لگی آنکھ میری باتیں کہ نہ تھا کوئی گرد میرے۔ پس بولتا تھا مرغ سحر اور رہا دیکھتا میں۔ پس لیا نام اللہ کا زور سے۔ پس جاتی رہی نیند میری آنکھوں سے۔ اور ہوئی صبح اور دکھائی دینے لگے چہرے ایک دو تین۔

راقم۔ آگے دیکھئے

دیکھیں یار سے تنہائی میں دوچار ہوا گفتگو ناز کی آپس میں ہوئی پیار ہوا
کی شکایت جو کہ آتے نہیں تم میرے گھر پھیر کر منہ وہ جلا جانے پہ تیار ہوا
میں نے منت بھی سو بار وہ روٹھا ہی رہا دل سے انکار ہوا ایسا کہ جو اصرار ہوا
آخر کش پیچ وبا کر کے ادب سے پہلو میں لیا بوسہ کہ بڑے زور سے جھٹکا رہوا
بولے شرما کے کہ ہٹ جاؤ اچھا پر نہیں واہ وا واہ آپ کا یہ کونسا بیوہار ہوا
اس لگاوٹ کا جواب ایسے سنا جب میں نے ڈال کر بانہیں میں گردن کا وہ ہار رہا
رمز خلوت نہیں بتلاتے ہیں اس سے آگے
لاکھ پوچھے کوئی بعد اسکے تو کیا یار ہوا
گر دست او لطف بڑا آیا - سچ کہو کیسی کہی نا
دان مورانوی از موراواں

مسدس مصنفہ منشی احمد حسین صاحب بیان تھراوی
شاگرد حضرت تپاں فتحپوری نکوسی کلاں

کرو رنڈیوں سے نہ صحبت شریفو گنواؤ نہ تم اپنی عزت شریفو
خدا دے اگر تم کو ہمت شریفو کرو رنڈی بازی سے نفرت شریفو
ہے لازم کرو اپنی تم پردہ پوشی
بس اب چھوڑ دو ہر طرح بادہ نوشی

جو حاصل ہو کچھ تم کو ثروت شریفو نہ لاؤ کبھی دل میں نخوت شریفو
نہ کچھ کذ کرو اور نہ تہمت شریفو رہ حق میں دیدالو دولت شریفو
بری بات سے چاہیے چشم پوشی
ہے بیہودہ گوئی سے بہتر خموشی

ہزاروں جگہ ہم نے خود دیکھا بھالا کہ بہتوں کا لعنت میں نکلا دوالا
پہنچا نہ دیکھا کوئی چاہ والا رہے سب کو مخفی ادا دکھانے
نہ رنڈی سے مل جل کے مسرور ہو جاؤ
ہے بہتر یہی ان سے بس دور ہو جاؤ

سمجھ کر تمہیں دل میں کچھ مال والا بنی رنڈی چھوڑو بنا ہر طرح اسالا
گر ایسے بھی ہے اکدن ہونے والا کہ رنڈی کہے گی - یہی لا لالا
شراب محبت سے مخمور ہو جاؤ
چلو میرے نزدیک سے دور ہو جاؤ

کسی کا نہ رنڈی سے حق ڈسنے والا کسی کا بنے کوئی بھولا نہ سالا
کسی کا نہ دنیا میں منہ ہو دے کالا کسی کا نہ نکلے الٰہی دوالا
نہ دولت پہ اپنے یار مغرور ہو جاؤ
رہ حق میں دے دیکے مشہور ہو جاؤ

بلائے جو رنڈی محبت جتا کر سمجھ لو کہ مطلب ہے کوئی مقرر
اڑیگی میں اسکے نہ آنا ہے بہتر اٹھاؤ گے نقصان ورنہ سراسر
نہ پھر پاس تم کو بٹھائے گا کوئی
سنو گے وہی جو سنائیگا کوئی

بہت لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے اکثر محبت میں ان رنڈیوں کی سراسر
لٹا بیٹھے جب اپنا وہ مال اور زر تو پھر رنڈیاں بھی نہ آئیں میسر
نہ سمجھے وہ یہ کام آئے گا کوئی
نہ اک وقت بھی کچھ کھلائے گا کوئی

نہ اب دھیان میں لاؤ حسن بتاں کو نظر بھر نہ دیکھو کسی دلستاں کو
نہ تاکو کبھی ان کی اونچی دوکاں کو سمجھتے رہو اپنے سود و زیاں کو
کسی ماہ وش سے نہ دل کو لگاؤ
نہ فرقت کی تکلیف و زحمت اٹھاؤ

بس ان رنڈیوں کے گھروں کو نہ جھانکو نہ در در کی اے دوستو خاک چھانو
ہو ممکن تو دہلیز ان کی نہ لانگھو دعائیں رہو دیتے ہر دم بتاں کو
خفا سے نظر آتے ہیں وہ مناؤ
بیاں کا مسدس یہ پڑھ کر سناؤ

کرو یوں نہ برباد اپنی جوانی ذرا کان دھر کر سنو یہ کہانی
اگر تمنے رنڈی سے ملنے کی ٹھانی تو ٹوٹے گی تم پر بلا ناگہانی
نئے رنگ روز صدمے دکھائے گی تم کو
نئے یار کر کے جلائے گی تم کو

اگر دوں کرو تم نہ بن کر گرانی کرو ترک رنڈی کی لعنت پرانی
مری بات تم نے اگر یہ نہ مانی تو پھر جائے گا آبروؤں پہ پانی
کرشمے طوائف دکھلائے گی تم کو
ہنسانے کے بدلے رلائے گی تم کو

محبت میں رنڈی کی رکھا ہی کیا ہے اگر ہے تو رسوائیوں کی بلا ہے
مرض آتشک کا اگر ہو گیا ہے کوئی دیکھو جو بان تک مبتلا ہے
محبت میں اتنا کی دلوں کو نہ ہارو
ہو ممکن اگر کچھ تو دنیا سنوارو

پھنسو نہ خود ہجر کی کشمکش میں پھنساؤ نہ تم وصل کی خواہشوں میں

بیٹیوں کی رکھا ہے کیا شوق میں — رہو اپنی ماں باپ کی خدمتوں میں
نہ وہ ہاتھ سے اپنے نام شرافت
کرو اپنے ماں باپ کی بس اطاعت
برے کام کو کبھی سمجھے ہوا اچھا — کہو اسے شریفو تمہیں یہ ہوا کیا
جو کام اچھے تھے تم کو بھا نہ اچھا ہو — ملیگا سبھی کا تمہاری نتیجہ
ہے بہتر یہی اب بھی تم باز آؤ
کسی رنڈی سے دل نہ ہرگز لگاؤ
جو ہند دختر باپ دادا کا پائیں — ہے لازم کہ اسکی رہ میں اٹھائیں
صلہ اسکا دونوں جہاں میں وہ پائیں — وہ کہتے ہمارے کو بس آزمائیں
رہو باز یارو بیٹی دل لگی سے
جو میری نہ مانو تو پوچھو کسی سے
بڑا ہے عذاب رنڈی بازی کے غم میں — ہر اک کی سدا گزرے ناز و نعم میں
نہ جانے کبھی کوئی کرے جہنم میں — نہ آئے کبھی کوئی رنڈی کے دم میں
نہ اٹھو گی ان کی حاجت میں ہو گی
خدا سے ندامت قیامت میں ہوگی

الراقم رحمان متھراوی

آنکھوں میں حوصلہ نہ رہا انتظار کا

آج نہیں تو کل سہی کل نہیں پرسوں سہی پرسوں نہیں ترسوں سہی [illegible] لیکن مولانا نے آپ کہیں کہ ۲ مارچ کو جلوہ گر ہوئے۔ تو کبھی ۲ اپریل کو جلوہ دکھایا پہلی اپریل کو ایکدم غائب غلہ۔ اور یہاں [illegible] خواہ آمد کا صیغہ گردانا رہتا ہے۔ بقول شخصے ؎

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک — آتش شوق تیز تر گردد

پیر تسلیم بعد تعظیم۔ سر دست چند اشعار برائی طرح رکھے ہوئے مثل خدمت کرتا ہوں۔ احقر عزیز جانے ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

مجہول الخفا

بار پردہ ناہر جلوہ دکھاں ہو گیا — ابر میں خورشید غیرت سے نہاں ہو گیا
مثل انجم دیدۂ بیدار رکھتا ہوں عبث — دیکھ اس خورشید کی مجھ کو کہاں ہو گیا
نام جو بارہ دلیں ترا مرقوم ہے — آج مجھے وہ مصحف رخ بر زبان ہو گیا
بحر جاناں میں پڑا طالب ہوں جانا قفل — جان باہر ہے جسم کو بار گراں ہو گیا

کیا کہوں میں حال اپنا دیو غم کے خوف سے — بھاگ گئے پر ستمگر اب بے تواں ہو گیا ہے
کسطرح ہو نگا نہ میں ہر باد جاناں تیغ میر — اکدن یہ خاک جسم ناتواں ہو گیا ہے
پوچھتا کیا ہے سچا حال مجھ بیمار کا — رہرو ملک عدم یہ ناتواں ہو گیا ہے
سبز بخت ہیں بھی چلوں گا قتل ہونے کو وہاں
تیغ سے بسمل ترے عالم جہاں ہو گیا ہے

مرا قمہ منزل عزیز

چٹکلے

۲ جون ۱۹۱۸ء کا واقعہ ہے کہ راقم شب [illegible] سڑک پر سے گھر کو واپس آ رہے تھے۔ چند اصحاب ساتھ تھے۔ اتنے میں ایک [illegible] سوار سامنے آئے۔ سلام کیا۔ انجناب نے سلام کر کے پوچھا۔ آپ بریلی سے کب آئے۔ بولے بریلی سے آئے ہو گے تم۔ میں خاموش چلا۔ آگے جاکر بدلے اور اشخاص سے جو ہمراہ تھے کہا کہ کیا یہ شخص پاگل ہے۔ انہوں نے کہا نہیں مطلب مجھ سے پوچھا تھا کہ بریلی سے آئے ہو مطلب یہ تھا کہ کیا تم بریلی کے پاگل خانہ سے آئے ہو۔ میں سمجھ گیا دور تک جواب دیدیا کہ آئے ہو گے تم۔ اس پر خوب قہقہہ اڑا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے بڈھے سے کیوں چھیڑ خانی کی۔ میں نے کہا کہ دراصل یہ شخص ایک بریلی کے ہنستا تھا۔ اور بریلی کا لڑکا یہاں پر ایک جگہ ملازم بھی ہے۔ میں سمجھا بیٹے سے ملنے آئے ہو نگے لیکن پھر میاں تو بے ڈھب خفا ہو گئے۔

میرٹھ میں اکثر جب کسیکو جیل ہوتا ہے تو دریافت کرنے پر کہہ دیا کرتے ہیں کہ عبد اللہ پور گئے۔ عبد اللہ پور میں جیل ہے۔ اب لطف یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات غلط فہمیاں ہو جاتی ہیں۔

اسیطرح سے آگرہ میں ایک ریلوے اسٹیشن کا نام ہے۔ آگرہ جیل۔ اکثر ریل میں مسافروں سے پوچھا کرتے ہیں کہ حضرت آپ کہاں سے سوار ہوئے۔ اگر کہے آگرہ جیل سے تو ناواقف لوگ بدک جاتے ہیں۔

مرا قمہ مظہرے کرار حسین کلاس میرٹھ